بیماری اور عیادت

آداب و احکام

مولانا عبد اللطیف قاسمی
بنگلور، انڈیا

دنیا دار الامتحان ہے، جس طرح ایمان سے محروم انسان کو ابتلا و آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اسی طرح صاحبِ ایمان کے لیے بھی ابتلا و آزمائش مقدر ہوتی ہے۔ اسلام کا تصور یہ ہے کہ بیماری اور شفا اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، فرماں بردار اور نافرمان کی کوئی تخصیص نہیں ہے، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی بیمار ہوئے ہیں، سید المرسلین اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی متعدد مرتبہ بیماری میں مبتلا ہوئے ہیں، وفات کے موقع پر تقریباً چودہ دن بیمار رہے، بیماری مومن کے لیے امتحان و آزمائش ہے، دنیا میں آزمائشیں بخشش اور مغفرت کے لیے آتی ہیں۔ حقیقت میں بیماری ایک نعمت ہے، گناہوں کے لیے کفارہ اور رفعِ درجات کا سبب ہے، بیمار کو اللہ اور بندوں سے معافی تلافی اور حقوق کی ادائیگی کے لیے ایک موقع دیا جاتا ہے:

> ''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کی مثال نرم و نازک پودے کی سی ہے، جس کو ہوائیں اِدھر سے اُدھر جھکاتی رہتی ہیں، منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے، جس کی جڑیں زمین میں نہایت مضبوط ہوتی ہیں، ہوائیں اس کو اِدھر اُدھر جھکا نہیں سکتیں؛ یہاں تک کہ اس کو یکبارگی اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔'' (بخاري، كتاب المرضى، باب كفارة المرض: ٥٦٤٣)

یعنی مومن کو غفلت سے بیدار کرنے اور اس کی اُخروی ترقی کے لیے بار بار آزمائشیں آتی رہتی ہیں، منافق اور بے ایمان کو مہلت دی جاتی ہے اور وہ غفلت کی زندگی میں مست ہوتا ہے؛ یہاں تک کہ اچانک اس کو موت آجاتی ہے، یا اس پر کوئی عذاب نازل ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے لیے توبہ، استغفار اور گناہوں سے معافی تلافی کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

بیماری اور پریشانی گناہوں کے لیے کفارہ

حدیثِ قدسی میں وارد ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ إِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا أُخْرِجُ أَحَدًا مِنَ الدُّنْيَا أُرِيْدُ أَغْفِرَ لَهٗ حَتّٰى أَسْتَوْفِيَ كُلَّ خَطِيْئَةٍ فِيْ عُنُقِهٖ بِسَقَمٍ فِيْ بَدَنِهٖ وَإِقْتَارٍ فِيْ رِزْقِهٖ، رَوَاهُ رَزِيْنٌ.‘‘ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض: ۱۵۸۵)

’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میری عزت اور جلال کی قسم! میں کسی شخص کو جس کی میں مغفرت کرنا چاہتا ہوں، اس کو دنیا سے نہیں نکالتا؛ یہاں تک کہ بدنی بیماری اور رزق کی تنگی میں مبتلا کر کے اس کی گردن پر موجود گناہوں سے اس بندے کو پاک وصاف نہ کر دوں۔‘‘

’’ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ.‘‘

(رواه البخاري، كتاب المرضى: ٥٦٤١)

’’حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسلمان کو جو تھکان، بیماری، غم ورنج، کوئی تکلیف اور غم حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔‘‘

’’عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهٗ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللهُ تَعَالٰى بِهٖ سَيِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا.‘‘

(رواه البخاري، كتاب المرضى، باب أشد الناس بلاء: ٥٦٤٨)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی مسلمان کو بیماری، یا کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس تکلیف اور بیماری کی وجہ سے اس مسلمان کے گناہوں کو اس طرح (تیزی سے) گراتے ہیں، جس طرح درخت (موسمِ خزاں میں) اپنے سوکھے پتوں کو (تیزی سے) گراتا ہے، یعنی مسلمان کم وقت میں اپنے تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔‘‘

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُم سائب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا بات ہے کہ تم لمبی لمبی سانس لے رہی ہو؟ انھوں نے کہا: بخار ہے، اللہ اس کو نامبارک بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار کو

برا بھلا نہ کہو، کیوں کہ بخار انسان کے گناہوں کو اس طرح دور کردیتا ہے، جس طرح بھٹی لوہے کی گندگی کو دور کردیتی ہے۔‘‘ (مسلم، کتاب البر والصلة، باب ثواب المومن: ۲۵۷۵)

ابوالاشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’میں صبح سویرے دمشق کی جامع مسجد پہنچا، میری ملاقات اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شداد بن اوس اور صنابحی رضی اللہ عنہما سے ہوئی، میں نے ان دونوں سے عرض کیا: اللہ تم پر رحم کرے، آپ حضرات کہاں جارہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: قریب میں ہمارا ایک بھائی ہے، اس کی عیادت کے لیے ہم جارہے ہیں، تو میں بھی اُن کے ساتھ ہوگیا، پھر ہم لوگ چلے اور اس بھائی کے پاس پہنچے، ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مریض سے پوچھا کہ تم نے صبح کیسی کی؟ (خیریت سے ہو؟) اس مریض نے کہا: اللہ کے فضل سے صبح کی، (الحمد للہ خیریت سے ہوں) پھر حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گناہوں کو مٹانے والی اور معاف کرانے والی چیزوں سے خوش ہوجاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

’’إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ: إِنِّيْ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا، فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ، فَإِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا، وَ يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا قَيَّدْتُّ عَبْدِيْ، وَابْتَلَيْتُهٗ، فَأَجْرُوْا لَهٗ كَمَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ.‘‘ (مسند أحمد، مسند شداد بن أوس: ۱۷۱۱۸)

’’اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میں اپنے کسی مؤمن بندے کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ بندہ آزمائش میں بھی میری حمد وثنا بیان کرتا ہے، (تقدیر پر راضی رہ کر ثواب کی اُمید رکھتا ہے، صبر کرتا ہے، بے صبری، جزع وفزع اور شکوے شکایات سے احتراز کرتا ہے) تو وہ اپنی بیماری کے بستر سے (گناہوں سے پاک وصاف ہوکر) اس طرح اُٹھے گا، جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو، اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتے ہیں: میں نے اپنے بندے کو عمل کرنے سے روک دیا تھا اور آزمائش میں مبتلا کر رکھا تھا؛ لہٰذا اس کے لیے اسی طرح اجر لکھا کرو جس طرح تم اس کی صحت کے زمانے میں اجر لکھا کرتے تھے۔‘‘

بیماری رفعِ درجات کا ذریعہ

بیماری ایک طرح سے رحمت ہے، اس سے گناہوں کی صفائی ہوتی ہے اور جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ بعض بندوں کے لیے آخرت میں بلند مقام کا فیصلہ کرتے ہیں؛ مگر ان کے پاس وہ اعمال نہیں ہوتے جن کی وجہ سے وہ اس کے مستحق ہوسکیں؛ اس لیے بسا اوقات بیماریوں اور آزمائشوں میں مبتلا کرکے ان کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ آخرت کے اس بلند مقام کے اہل ہوجائیں۔

محمد بن خالد سلمی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ، ابْتَلَاهُ اللهُ فِيْ جَسَدِهٖ اَوْ فِيْ مَالِهٖ اَوْ فِيْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَّرَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ يُبَلِّغُهُ الْـمَنْزِلَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللهِ.''

(رَوَاه اَبُودَاود، كتاب الجنائز، باب الأمراض المكفرة للذنوب: ٣٠٩٠)

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے لیے کسی اونچے مقام کا فیصلے فرماتے ہیں، وہ بندہ اس مقام تک اپنے عمل سے پہنچ نہیں پاتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مالی یا بدنی مصیبت و پریشانی میں مبتلا کرتے ہیں، پھر اس کو اس مصیبت پر صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں؛ یہاں تک کہ اس کو اس مقام تک پہنچا دیتے ہیں جس کا فیصلہ خدا کی طرف سے اس بندے کے لیے ہوا ہے۔''

حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ پریشانیاں اور بیماریاں ہمارے لیے رفعِ درجات کا ذریعہ ہیں، بشرط یہ کہ ہم صبر و ہمت سے کام لیں اور ثواب کی اُمید رکھیں اور خدائی فیصلے اور تقدیر پر راضی رہیں۔

مصائب و امراض پر اجر و ثواب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عطا بن رباح رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: ضرور دکھایئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ سیاہ فام عورت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے اس مرض سے شفا کی دعا فرمائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے، اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں اس مرض سے نجات دے دے، اس عورت نے عرض کیا: میں صبر کروں گی، پھر اس نے یہ درخواست کی: مرگی کے دورے کے دوران میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ بس اتنی دعا فرما دیجیے کہ دورے کے دوران میرا ستر محفوظ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔'' (رواه البخاري، كتاب المرضى، باب فضل من يصرع: ٥٦٥٢)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ.'' (رواه الترمذي، أبواب الزهد: ٢٤٠٢)

''دنیا میں عافیت سے رہنے والے قیامت میں جب آزمائش والوں کو دیکھیں کہ ان کو خوب اجر وثواب دیا جارہا ہے تو وہ لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا اور ان کو بھی اسی طرح اجر وثواب دیا جاتا، جیسے ان آزمائش والوں کو دیا جارہا ہے۔''

بیماری کے زمانے میں صحت کے زمانے کے اعمال اور اُن کا ثواب

ایک صحت مند انسان جن کاموں کو کرسکتا ہے، بیمار آدمی ان کو انجام دے نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل وکرم ہے کہ مؤمن بندہ کسی عمل کو پابندی اور اہتمام سے کرتا تھا، مرض، سفر یا کسی اور عذر کی وجہ سے وہ عمل چھوٹ جائے، تو بھی اس عمل کا اجروثواب اس کے لیے لکھا جاتا ہے:

’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ کوئی عبادت کرتا رہے، پھر بیمار ہوجائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: اس بندے کے لیے اس عمل کا ثواب بھی لکھو جو عمل وہ صحت کی حالت میں کیا کرتا تھا؛ یہاں تک کہ میں اس کو صحت دے دوں، یا اپنے پاس بلالوں۔‘‘ (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض:١٥٥٩، مسند أحمد، مسند عبدالله بن عمرو:٦٨٩٥)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب مومن بندہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرشتے سے فرماتے ہیں: ان نیک اعمال کو اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا کرو جن کو وہ (صحت کے زمانے میں) کیا کرتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو شفا وصحت عطا فرمادے تو اس کو گناہوں سے پاک وصاف فرمادیتے ہیں، اگر اس کو اپنے پاس بلالیں، تو اس کو معاف فرمادیتے ہیں اور اس پر رحم فرماتے ہیں۔‘‘ (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض: ١٥٦٠، مسند أحمد، مسند أنس بن مالكؓ: ١٣٥٠١)

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار تھے، ہم لوگ عیادت کے لیے حاضر ہوئے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رونے لگے، ہم نے آپ کو تسلی دی، تو آپؓ نے فرمایا: میں بیماری سے پریشان ہوکر نہیں رو رہا ہوں؛ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بیماری گناہوں کے لیے کفارہ کے ذریعہ ہے؛ اس لیے بیماری سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ بیماری کمزوری کے زمانے (بڑھاپے کی عمر جس میں طاقت وقوت مفقود ہونے کی وجہ سے انسان عمل نہیں کرسکتا ہے) میں آئی ہے، محنت کے زمانے میں بیماری آتی، تو بیمار ہونے سے پہلے جو اعمال کرتا تھا، بیماری کے زمانے میں بھی ان اعمال کا اجروثواب لکھا جاتا ہے (اس بات پر رو رہا ہوں)۔‘‘ (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض:١٥٨٦)

بعض بیماروں پر شہادت کی بشارت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صحت آدمی کے لیے ہزار نعمت ہے، تمام دینی ومعاشرتی خدمات اہل

وعیال کی نگرانی، تجارت و کاروبار؛ بلکہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس کے لیے صحت کی ضرورت نہ ہو، اسی لیے ہر شخص یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ صحت مند رہے؛ لیکن بیماری انسان کے ساتھ لگی رہتی ہے، اس سے کوئی مفر نہیں؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص میں کوئی خیر نہیں جس کو کبھی بیماری آئی نہیں۔

لہٰذا ایمان والوں کو چاہیے کہ جب حالات سازگار ہوں، خوشی اور شادمانی کے سامان میسر ہوں، مالی وسعت اور تن درستی حاصل ہو تو بھی وہ اس کو اپنا کمال اور اپنی قوت بازو کا نتیجہ نہ سمجھیں؛ بلکہ اس وقت بھی اپنے دل میں اس یقین کو تازہ کریں کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی بخشش ہے اور وہ جب چاہے اپنی بخشی ہوئی ہر نعمت چھین بھی سکتا ہے؛ اس لیے ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔

جب کوئی دکھ، مصیبت اور بیماری پیش آجائے، تو وہ مایوسی اور سراسیمگی کا شکار نہ ہوں؛ بلکہ ایمانی صبر و ثبات کے ساتھ اس کا استقبال کریں اور دل میں یہ یقین رکھیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو ہمارا حکیم اور کریم رب ہے اور وہی ہم کو اس دکھ، مصیبت اور بیماری سے نجات دینے والا ہے۔

اس دنیا میں تکلیف اور آرام تو سب ہی کے لیے ہے؛ لیکن اس تکلیف اور آرام سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا یہ صرف اُن اہلِ ایمان ہی کا حصہ ہے جو چین و آرام اور مسرت و خوشی کی ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب کسی رنج اور دکھ میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور کوئی بیماری اور تنگی ان کو پیش آتی ہے تو وہ بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں۔

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اگر اس کو خوشی اور راحت و آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اگر اس کو دکھ اور رنج پہنچتا ہے، تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم و کریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت پر یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجبِ برکت ہوتا ہے۔'' (مسلم، کتاب الزہد والرقاق: ۲۹۹۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت کرے، تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے۔''
>
> (مجمع الزوائد، باب فی من صبر علی العیش الشدید: ۱۷۸۷۲)

صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی مصیبت اور تکلیف کا کسی کے سامنے اظہار نہ کرے اور ایسے صابروں کے لیے اس حدیث میں مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان

وعدوں پر یقین اور اُن سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

صبرِ ایوب علیہ السلام

حضرت مولانا سید شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح سے آسودہ رکھا تھا، کھیت، مویشی، لونڈی، غلام، اولاد صالح اور بیوی مرضی کے موافق عطا کی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام بڑے شکر گزار بندے تھے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا، کھیت جل گئے، مویشی مر گئے، اور اولاد اکٹھی دب کر مر گئی، دوست اور آشنا الگ ہو گئے، بطورِ خاص سالہا سال کسی سخت بیماری میں مبتلا کیے گئے، اس طویل بیماری کے زمانے کبھی بھی زبان پر ایک حرف شکایت نہیں لائے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی داد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہم نے ایوب کو صبر کرنے والا پایا، وہ بہت ہی بہترین بندہ تھا اور (میری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا، حضرت ایوب علیہ السلام جیسے نعمت میں شاکر تھے، ویسے ہی بلا میں صابر رہے، پھر دعا کی: ''اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔'' (الانبیاء: ۸۳) رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا، اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکالا، اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تن درست ہوئے، بدن کا سارا روگ جاتا رہا اور جیسا کہ حدیث میں ہے: ''سونے کی ٹڈیاں برسائیں۔'' غرض سب طرح درست کر دیا، ایوب علیہ السلام پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لیے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہوگئی کہ جب کسی بندے پر دنیا میں برا وقت آئے، تو ایوب علیہ السلام کی طرح صبر و استقلال دکھلانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہیے، حق تعالیٰ اس پر نظرِ عنایت فرمائے گا۔'' (مستفاد: از تفسیر عثمانی، سورۃ الانبیاء: ۸۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللهَ إِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ.'' (رواه الترمذي، أبواب الزهد: ۲۳۹۶)

''بڑا انعام بڑی آزمائش پر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں، تو اس کو آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں، جو اس کے فیصلے سے راضی ہوتا ہے، اللہ اس سے راضی ہوتے ہیں، جو اس کے فیصلے سے ناراض ہوتے ہیں، اللہ ان سے ناراض ہوتے ہیں۔''

علاج ومعالجہ اور دعا بے صبری نہیں

اس دنیا میں تکلیف، دکھ اور رنج بھی ہے اور آرام، خوشی اور مسرت بھی، تن درستی اور بیماری بھی ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور فیصلے سے ہوتا ہے؛ اس لیے ایمان والوں کو چاہیے کہ جب تکلیف، مصیبت، پریشانی اور آزمائشیں آئیں، تو صبر وہمت سے کام لیں، ظاہری تدابیر اختیار کریں، خدا کی طرف رجوع کریں اور ان مصائب پر اجر وثواب کی اُمید رکھیں، ان شاء اللہ حالات سازگار ہوں گے، اس کی بہترین مثال اللہ نے قرآن پاک میں حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے میں بیان فرمائی ہے، یہی ہمارے لیے کافی ہے۔

مرض کے ازالے کے لیے ظاہری تدابیر اختیار کرنا، علاج ومعالجہ کرنا، ڈاکٹر، طبیب اور تیمار دار کو اپنی بیماری اور تکلیف بتانا اور دعا کی درخواست کرنا، مریض کا شدتِ مرض کی وجہ سے کراہنا، صبر، تقویٰ اور توکل کے خلاف نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، اللہ کے سامنے اپنے کمزوری اور عاجزی اور اپنی عبدیت وحاجت مندی کا اظہار کرنا، پریشانی اور بیماری سے شفا طلب کرنا بے صبری نہیں ہے؛ بلکہ یہ باتیں اللہ کو بہت پسند اور محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ کیجیے جب کہ انھوں نے (شدید مرض میں مبتلا ہونے کے بعد) پکارا کہ مجھ کو تکلیف پہنچی ہے اور آپ سب سے زیادہ مہربان ہیں، پس اپنی مہربانی سے میری تکلیف اور بیماری کو دور کردیجیے، ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے اپنے فضل سے اور عبادت گزاروں کی عبرت کے لیے ان کو دوبارہ ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اہل، اولاد اور مال ودولت عطا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ محققین نے فرمایا ہے: حضرت ایوب علیہ السلام کی مذکورہ دعا توحید وعبدیت، عجز وانکساری پر مشتمل عجیب جامع دعا ہے۔'' (التفسیر القیم، الأنبیاء: ۸۳)

بے صبری یہ ہے کہ بیمار جزع وفزع کرے، تقدیر پر ناراضگی کا اظہار کرے اور مخلوق کے سامنے خالق کی شکایت کرے، خدا، رسول اور شریعت کو برا بھلا کہے، اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجائے، مرض کی شدت کی وجہ سے کوئی نامناسب قدم اُٹھائے، یہ بے صبری ہے جو ممنوع ہے، مسلمان کی شان نہیں ہے، نیز جزع وفزع سے تکلیفیں، مصیبتیں، پریشانیاں اور بیماریاں دور نہیں ہوں گی، دنیا میں ان پریشانیوں میں مبتلا رہیں گے اور آخرت میں اجر وثواب سے محروم ہوجائیں گے۔

عیادت کی اہمیت

دین متین جس طرح ہم کو خوشیوں میں دوسروں کا ساتھ دے کر ان کی خوشیاں بڑھانے کی ترغیب دیتا

ہے، اسی طرح دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھنے، اس میں شریک ہونے اور اس کے ازالے کی کوشش کرنے کی تلقین کرتا ہے، ایک مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان بھائی کو بیماری و پریشانی میں مبتلا دیکھ کر اس کے اندر رحم کے جذبات اُبھریں اور اس کی مصیبت کا اسے بھی احساس ہو، یقیناً ایک مسلمان کا دوسروں کی تکلیف کا احساس کر کے دل جوئی اور دل داری کی خاطر اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر عیادت کرنے میں اُس فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی اظہار ہوتا ہے کہ جس میں تمام مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیا گیا ہے۔

عیادت اور مزاج پرسی سے آپسی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے، ایک دوسرے کے تئیں ہم دردی اور غم خواری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، مریض، اس کے اہل خانہ اور رشتہ داروں کے دل میں عیادت کرنے والے کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اتحاد و یگانگت کی ایک اچھی فضا قائم ہوتی ہے، گویا سماجی اور دینی دونوں ضرورتیں اس سے پوری ہوتی ہیں، اگر بیماری کے علم کے باوجود مریض کی عیادت نہ کی جائے اور اس کی طرف بالکل توجہ نہ دی جائے، تو آپس میں عداوت، کدورت اور نفرت اور کم از کم بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔

عیادت مسلمان کا حق ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کے جواب پر ''یرحمك الله'' کہنا۔'' (رواه البخاري عن أبي هريرةؓ، كتاب الجنائز، اتباع الجنائز: ۱۲۴۰)

اسلام نے بیمار پُرسی اور تیمارداری کو گناہوں کی بخشش اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بتایا ہے، کسی بھی بیمار کی عیادت کو اللہ تعالیٰ کی عیادت کے مترادف بتلایا گیا، اللہ تعالیٰ کی ذات اگرچہ ہر بیماری سے پاک ہے، اُسے کوئی بیماری و تکلیف ہرگز ہرگز لاحق نہیں ہوسکتی؛ لیکن عیادت کی فضیلت اُجاگر کرنے کے لیے اس طرح کی مثال بیان کی گئی؛ چناں چہ حدیثِ قدسی میں ہے:

> ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا، تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا: اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ حالاں کہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پالیتا الخ۔'' (مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل عيادة المريض: ۲۵۶۹)

مریض دوست ہو، یا دشمن، امیر ہو، یا غریب، عیادت کو سنت، اخلاقی فریضہ اور مسلمان کا حق سمجھ کر نا چاہیے، آج عیادت کا دائرہ سمٹ کر رہ گیا ہے، معاشرے میں عیادت ایک رسم بن گئی ہے، لوگ اس وجہ سے عیادت کرتے ہیں کہ اگر میں نے عیادت نہیں کی تو اس کے گھر والے کیا سمجھیں گے؟! کوئی مال دار یا عہدہ دار یا

خاص رشتہ دار ہو تو اس کی عیادت کی جاتی ہے، اگر کوئی غریب ہے تو پڑوس میں ہونے کے باوجود ایک مرتبہ بھی مزاج پرسی اور اظہارِ ہمدردی نہیں کی جاتی؛ اس لیے کہ اس سے ہمارا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں اور نہ آئندہ اس کی کوئی توقع ہے۔ ہائے افسوس!

عیادت کے فضائل

’’عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمُ، لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ .‘‘

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ، كتاب البر والصلة، باب فضل العيادة:۲۵۶۸)

’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت کے لیے جاتا ہے، تو واپس ہونے تک وہ جنت کے باغات میں ہوتا ہے۔‘‘

یعنی عیادت کرنے والا جب سے عیادت کے لیے نکلتا ہے، تو واپس ہونے تک اس طرح ثواب کو حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے، جس طرح جنتی جنت کے باغات میں پھل توڑنے میں لگا رہتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز:۱۵۲۷)

’’عَنْ ثُوَيْرٍ هُوَ ابْنُ أَبِيْ فَاخِتَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَخَذَ عَلِيٌّ بِيَدِيْ، قَالَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْحَسَنِ نَعُوْدُهٗ، فَوَجَدْنَا عِنْدَهٗ اَبَا مُوْسٰى، فَقَالَ عَلِيٌّ: اَعَائِدًا جِئْتَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَمْ زَائِرًا؟ فَقَالَ: لَا، بَلْ عَائِدًا، فَقَالَ عَلِيٌّ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَإِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً إِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ .‘‘

(رواه أبوداود والترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في عيادة المريض:۹۶۹)

’’حضرت ابوفاختہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میرے ساتھ حسنؓ کی عیادت کے لیے چلو، (ہم حضرت حسنؓ کے گھر گئے) وہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ موجود تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، ابوموسیٰ! آپ ملاقات کے لیے آئے ہو؟ یا عیادت کی غرض سے آئے ہو؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضرت حسن کی عیادت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے، شام تک ستر ہزار فرشتے عیادت کرنے والے کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، اگر شام کے وقت

عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے عیادت کرنے والے کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ تیار کیا جاتا ہے۔‘‘

’’عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَادَ مَرِيْضًا اَوْ زَارَ اَخًا لَهٗ فِي اللهِ نَادَاهُ مُنَادٍ اَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا.‘‘ (رَوَاهُ الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في زيارة الإخوان:۲۰۰۸)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص کسی مریض کی عیادت کرے، یا کسی دینی بھائی سے ملاقات کرے، تو آسمان سے ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ تم نے اچھا کیا، تمہارا (عیادت وملاقات کے لیے) چلنا مبارک ہے اور تم نے (عیادت کرکے) جنت میں اپنے لیے ٹھکانہ بنالیا۔‘‘

علامہ طیبیؒ شارحِ مشکوٰۃ تحریر فرماتے ہیں: ’’اس روایت میں عیادت کرنے والے کے لیے تین دعائیں دی گئیں ہیں، یہ جملے خبریہ نہیں؛ بلکہ دعائیہ ہیں، پھر حدیث کا ترجمہ یوں ہوگا: تیرا بھلا ہو (دنیا وآخرت میں)، تو آخرت کے راستے پر (برائیوں سے بچتے ہوئے) بھلائی کے ساتھ چلے اور تیرا ٹھکانہ جنت بنے، گویا اس روایت میں عیادت کرنے والے کے لیے دنیا وآخرت کی بھلائی، نیکیوں کی توفیق کی اور حصولِ جنت کی دعائیں دی گئیں ہیں۔‘‘ (مرقات:۱۵۷۵)

’’عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- قَالَ: عَادَنِي النَّبِيُّ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنِيْ.‘‘ (أبو داود، كتاب الجنائز، باب العيادة من الرمد:۳۱۰۲)

’’حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں آشوبِ چشم کے مرض میں مبتلا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لے آئے۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض بظاہر چھوٹا اور معمولی ہو، تب بھی مسلمان کی ہمدردی اور دلداری کے لیے عیادت مستحب ہے، اس پر بھی عیادت کرنے والے کو اجر وثواب ملے گا۔‘‘ (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵۱)

عیادت کا شرعی حکم

اسلام میں عیادت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس بنا پر بعض فقہاء نے عیادت کو واجب قرار دیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی یہی ہے، علّامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’عیادت کا حکم اصلاً مستحب ہے، بعض اوقات بعض لوگوں پر واجب ہوتا ہے۔‘‘

(فتح الباري، كتاب المرضى، باب وجوب عيادة المريض:۵٦٤۹)

’’عیادت کا واجب یا مستحب ہونا حالات پر موقوف ہے، اگر مریض کے متعدد تیماردار موجود ہوں تو مستحب ہے، کوئی دیکھ ریکھ کرنے والا نہ ہو تو واجب ہے، علامہ بغویؒ نے یہی بات کہی ہے۔‘‘

(قاموس الفقه: ٤ / ٤١٨)

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ مریض کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کرے، اس کے احوال پوچھے اور جہاں تک ہو سکے، اس کا تعاون کرے، اسی کو عربی زبان میں عیادت کہا جاتا ہے، عیادت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بیمار کی مزاج پرسی کی جائے، یا تیمارداروں سے اس کے احوال معلوم کر لیے جائیں، عیادت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مریض کے ساتھ مکمل غم خواری کی جائے، یعنی بیمار کے پاس پیسے کی کمی ہے اور اللہ نے وسعت دی ہے، تو پیسوں کے ذریعے اس کا تعاون کریں؛ تاکہ صحیح علاج کیا جا سکے، اگر خدمت کی ضرورت ہو تو خدمت کی جائے، صحیح ڈاکٹر کی رہنمائی کی جائے، اپنے علم کے اعتبار سے صحیح اور مفید مشورے دیے جائیں۔

تیمارداروں (اور مریض کے رشتہ داروں) پر لازم ہے کہ وہ اپنی وسعت و مالی استطاعت کے موافق مریض کی خدمت، اس کا علاج اور اس کی ضروریات کی تکمیل کریں، شریعت ہمیں بتاتی ہے کہ مریض بوجھ نہیں؛ بلکہ سببِ رحمت ہے، اس کی خدمت اور تیمارداری اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۲۹)

عیادت کا طریقہ اور آداب

①- جب عیادت کے لیے جائے، تو باوضو جائے۔

②- اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عیادت کی جائے، جاہ و منصب، مال و منال کی رعایت، یا ترکِ عیادت پر ملامت سے بچنے کی غرض سے عیادت نہ کی جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کرے، اچھا وضو کرے اور اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے (کسی دنیوی غرض سے نہ جائے؛ بلکہ محض رضائے الٰہی اور) ثواب کی نیت سے جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے ساٹھ سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیتے ہیں۔‘‘ (أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب في فضل العيادة على الوضوء: ٣٠٩٧)

③- مریض کے سامنے اس کو خوش کرنے والی باتیں کی جائیں، ایسی باتیں نہ کی جائیں جو اس کے دل کو تکلیف پہنچانے والی ہوں، یا اس کے فکر و اندیشے میں اضافہ کرنے والی ہوں، مریض کو تسلی دے اور کہے ان شاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گے، کوئی بڑی بات نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے، تو مندرجہ ذیل کلمات سے تسلی دیتے تھے:

’’ لاَ بَأْسَ، طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.‘‘

(رواه البخاري عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، كتاب المرضى، باب عيادة الأعراب: ٥٦٥٦)

’’کوئی تکلیف یا گھبراہٹ کی بات نہیں ہے؛ اس لیے کہ بیماری گناہوں کی صفائی وستھرائی کا ذریعہ ہے، ان شاء اللہ (بہتر ہی ہوگا)۔‘‘

④- مریض کو صحت وتن درستی اور زندگی کی اُمید دلائے، مریض کو نا اُمید بنانے والی گفتگو سے احتراز کرے:

’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے عمر کی درازی اور لمبی زندگی کی بات کرو، عمر کی درازی کی بات سے اس کی عمر لمبی اور بیماری دور نہیں ہوجائے گی؛ لیکن بیمار خوش اور مطمئن ہوجائے گا۔‘‘ (رواه الترمذي، أبواب الطب: ٢٠٨٣)

⑤- مریض کے سر یا بدن کے جس حصے پر تکلیف ہو، اس جگہ داہنا ہاتھ پھیرے، احادیث میں بے شمار دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، انھیں پڑھ کر دم کرے، ذیل میں چند دعائیں ذکر کی جاتی ہیں، موقع و محل کی رعایت سے اُن کو پڑھ کر مریض پر دم کرے۔

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت قریب نہ آیا ہو، تین مرتبہ بسم اللہ پڑھے، پھر سات مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کرے، تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو ضرور شفا عطا فرماتے ہیں:

’’اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ.‘‘

(رواه الترمذي، أبواب الطب: ٢٠٨٣)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا ہاتھ (بدن کے اس حصے پر) پھیرتے (جس جگہ تکلیف ہے) پھر مندرجہ ذیل دعا پڑھتے:

’’ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ، اشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سَقَمًا.‘‘ (رواه البخاري، كتاب الطب، باب رقية النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: ٥٧٤٣)

’’اے اللہ! اے لوگوں کے پروردگار! تکلیف اور مرض کو دور فرما، اس مریض کو شفا نصیب فرما، آپ ہی شفا عطا فرمانے والے ہیں، ایسی شفا نصیب فرما جو کسی بیماری کو باقی نہ چھوڑے، سب کو دور کرے۔‘‘

’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! تم بیمار ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میری طبیعت خراب ہے،

پھر جبرئیل امین علیہ السلام نے مندرجہ ذیل دعا (جو نظر بد اور برے اثرات کے لیے نہایت مفید و مجرب ہے) پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کیا:

’’بِاسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ.‘‘

’’اللہ کے نام سے تم پر دم کرتا ہوں، ہر چیز کے شر سے جو تمہیں تکلیف پہنچائے، ہر نفس کے شر اور حاسد کی نظر بد سے، اللہ تمہیں شفا عطا فرمائے، اللہ کے نام سے تم پر دم کرتا ہوں۔‘‘

(رواہ مسلم، کتاب الآداب، باب الطب والمرض: ۲۱۸۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو (نظر بد اور انسانی و غیر انسانی اذیتوں سے حفاظت کے لیے) مندرجہ ذیل کلمات سے دم کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے بچے حضرت اسحاق اور اسماعیل علیہما السلام کو ان کلمات سے دم کیا کرتے تھے:

’’أُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ، وَ يَقُوْلُ: هٰكَذَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يُعَوِّذُ إِسْحَاقَ وَإِسْمَاعِيلَ.‘‘

(رواہ الترمذي، أبواب الطب، باب مَا جَاء في الرقْية من العيْن: ۲۰۶۰)

’’میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ (اس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی نازل کردہ کتب) کے توسط سے شیطان مردود، ہر قسم کے زہریلے جانور اور ہر ملامت کرنے والی آنکھ (جو نظرِ بد کا سبب ہوتی ہے) سے تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔‘‘

⑥- مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

بعض مرتبہ مریض کو آرام یا بعض خاص ضروریات کی تکمیل کا تقاضا ہوتا ہے، بیمار اور تیماردار مہمان کے واپس ہونے کے انتظار میں رہتے ہیں، زبان سے کہہ نہیں سکتے، جس کی وجہ سے ان لوگوں کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اس لیے مریض اور تیمارداروں سے چند تسلی کے کلمات کہہ کر چلے آنا چاہیے؛ البتہ اگر مریض خود خواہش مند ہو اور اہل خانہ کو بھی کوئی زحمت نہ ہو تو دیر تک بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

⑦- مریض کے پاس شور و شغب نہیں کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ شور و شغب سے مریض کو بھی اذیت ہوتی ہے اور تیمارداروں کو بھی برا لگتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اَلْعِيَادَةُ فَوَاقَ نَاقَةٍ.‘‘ (مشکوٰۃ، کتاب الجنائز، باب عیاۃ المریض: ۱۵۹۰)

’’عیادت دودھ دوہنے کے وقت کے بقدر ہونی چاہیے۔‘‘

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے: ’’سب سے جلد واپسی والی عیادت سب سے افضل ہے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’عیادت میں سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس کم وقت ٹھہرا جائے اور شور شرابہ نہ کیا جائے۔‘‘

مریض کو سکون اور خاموشی کا ماحول اچھا لگتا ہے، شور وغل سے تکلیف اور اُلجھن محسوس ہوتی ہے؛ اس لیے عیادت کرنے والوں اور تیمارداروں کو غیر ضروری بات چیت سے احتراز کرنا چاہیے۔

’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيْفُ الْجُلُوْسِ، وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ رَوَاهُ رَزِيْنٌ.‘‘ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز: ۱۵۸۹)

’’اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ مریض کو اس کے قریب رہنے سے خوشی حاصل ہوتی ہو، راحت ملتی ہو، یا کوئی ایسی شخصیت ہو جس سے حصولِ برکت کی اُمید ہو تو ان لوگوں کے مریض کے پاس دیر تک رہنا جائز ہے۔‘‘ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیاۃ المریض: ۱۵۹۰)

⑧- مریض کسی کھانے پینے کی چیز کی خواہش کرے اور وہ چیز اس کی صحت کے لیے نقصان دہ نہ ہو تو وہ چیز مریض کے لیے فراہم کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس بیمار سے فرمایا: کیا کھانا چاہتے ہو؟ بیمار شخص نے کہا: گیہوں کی روٹی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گیہوں کی روٹی ہو، وہ اس مریض کے پاس بھیج دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مریض کسی چیز کے کھانے کی خواہش کرے، تو اس کو وہ چیز کھلا دے۔‘‘ (ابن ماجة، کتاب الطب، باب المریض یشتهي الشيء: ۳٤٤۰)

⑨- جب عیادت کے لیے جائے تو مریض سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے؛ اس لیے کہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ، تو اس سے دعا کی درخواست کرو؛ اس لیے کہ مریض کی دعا (قبولیت میں) ملائکہ کی دعا کی طرح ہوتی ہے۔‘‘ (ابن ماجة، کتاب الطب، باب المریض یشتهي الشيء: ۳٤٤۱)

⑩- عیادت کے لیے مناسب وقت میں جائے؛ کیوں کہ بعض اوقات مریض اور تیماردار کے آرام اور ضروریات کے ہوتے ہیں؛ اس لیے ان چیزوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ (فتح الباري، کتاب المرضی، باب وجوب عیادة المریض: ۵٦٤۹)

غیر مسلم کی عیادت

رسول اللہ ﷺ بچوں اور عورتوں یہاں تک کہ غیر مسلموں کی عیادت کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے؛ اس لیے کہ انسانیت کی بنیاد پر وہ بھی ہمدردی کے مستحق ہیں، ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی عیادت کرنا تو اسلامی حق ہے؛ مگر اس سے آگے بڑھ کر انسانیت کی بنیاد پر بلاتفریقِ مذہب و ملت غیر مسلم برادرانِ وطن کی مزاج پرسی بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں، اگر اس میں تبلیغِ اسلام کی نیت کر لی جائے تو پھر نور علی نور۔ اس کے بہتر اور مفید نتائج سامنے آتے ہیں۔

ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوگیا، رسول اللہ ﷺ اس یہودی لڑکے کی خبر گیری اور عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: اسلام قبول کرلو، (اس کا باپ بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا) وہ یہودی لڑکا اپنے باپ کو دیکھنے لگا، باپ نے کہا: بیٹا ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لے، بیٹے نے فوراً کلمہ پڑھا، اور انتقال کرگیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الحمد لله الذي أنقذه من النار.'' تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے اس بچے کو جہنم سے بچالیا۔'' (رواه البخاري عن أنس، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي، فمات: ١٣٥٦)

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)